بسم اللہ الرحمن الرحیم ❁ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

خدا اور رسول کا عاشق۔میرا عظیم باپ

آج ابّا جان کو ہم سے جدا ہوئے صرف ۲۷ (ستائیس) دن ہوئے ہیں۔کبھی یوں لگتا ہے جیسے مدتیں بیت گئیں اور کبھی ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ابھی وہ یہاں موجود تھے۔

اپنے پیارے خدا کی یاد میں محو ہر لمحہ۔رسول پر درود بھیجنے والے۔خاکساری اور انکساری کا مجسمہ۔انسانیت کے جذبے سے لبریز ، مالی اور جانی دونوں طرح سے قربانی کرنے والے۔جان۔مال۔وقت اور اولاد کو قربان کرنے کا عہد اُنہوں نے واقعی پورا کر دکھایا۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اُنہیں تہجد اور پانچوں وقت کی نماز وقت پر پڑھتے ہوئے پایا۔نماز باجماعت کا بھی بے حد التزام کرتے تھے۔گھر میں جب بھی کوئی تقریب ہوتی کہتے مہمانوں کے آنے سے پہلے نماز پڑھ لو۔کراچی اپنے دفتر کے اردگرد کے احمدی احباب کو دفتر میں جمع کر کے نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔اس بات کے گواہ ابھی بھی بہت سے لوگ مختلف ملکوں میں موجود ہیں۔

جماعت کی جانی اور مالی امداد کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔کراچی میں ہمارے بچپن سے اُن کے پاس خدمتِ خلق کا عہدہ تھا۔اور وہ لوگوں کو ملازمتیں دلواتے تھے۔

ابّا جان ایران کے ساتھ بزنس کرتے تھے۔اور اُنکا کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ کا دفتر کھوری گارڈن کراچی میں تھا۔لہذا کئی لوگوں کو انہوں نے ٹائپنگ بھی سکھائی۔اور اپنے پاس ملازم بھی رکھا۔ہمیں بتایا کرتے تھے کہ فون کرنا مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سکھایا۔

سلسلے کی جب بھی کوئی کتاب چھپتی وہ اسے زیادہ تعداد میں خریدتے احمدی دوستوں اور بعض غیر احمدی احباب کو بھی دیتے۔روحانی خزائن کے سیٹ اُنہوں نے بیرونِ ملک لائبریریوں کو بھی بھجوائے۔کراچی کے گھر میں الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔میں نے کئی مرتبہ اُن کے انڈیکس بنائے تاکہ کتابیں تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

اپنے امریکہ قیام کے دوران غیر مسلموں کو کثرت سے قرآن شریف دیا کرتے تھے۔لجنہ میں تبلیغ کرنے والی خواتین سے میرے ذریعے دریافت کرتے رہتے تھے کہ غیر مسلم خواتین کو دینے کے لئے اور کتنے قرآن شریف درکار ہیں تاکہ میں سینٹر سے اور منگوادوں۔جن ٹیکسیوں میں سفر کرتے تھے اُن میں سے احمدی ڈرائیوروں کو بھی قرآن پاک دیتے تھے۔جیور جیا جماعت کے جن بچوں کی بھی آمین ہوتی تھی۔اُسے تحفے میں قرآن مجید دیتے تھے۔ویسے بھی ہر خاندان کے ایک بچے کو قرآن پاک کا تحفہ دیا۔

کراچی قیام کے دوران اپنے دفتر آتے جاتے وقت کار میں ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے کیونکہ کار ڈرائیور چلا رہا ہوتا تھا۔صبح نماز کے بعد ہمیشہ تلاوت کے عادی تھے۔صبح جب ہماری آنکھ کھلتی تھی تو وہ نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہوتے تھے۔

آپ نے آخری دو سالوں میں دن کا زیادہ وقت قرآن شریف پڑھتے یا سنتے گزرا۔ Laptop اسی لئے خریدا کہ کمرے میں تلاوت سن

سکیں۔ مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دیکھنا میرے بعد گھر میں ہمیشہ قرآن پاک کھلا رہے، یعنی ہر روز اسکی تلاوت ہوتی رہے۔ ابّا جان تلاوت ختم کرنے کے بعد ہمیشہ قرآنِ کریم کو بوسہ دیکر بند کیا کرتے تھے۔

خاکساری اور انکساری کا مجسمہ تھے۔ گھر میں کئی نوکر ہونے کے باوجود اپنے ذاتی کام اپنے ہاتھ سے کرنے کے عادی تھے۔ اپنی پلیٹ ہمیشہ خود دھویا کرتے تھے۔ اپنے جوتے ہمیشہ خود پالش کرتے تھے۔ آخری عمر تک یعنی ۸۶ سال کی عمر تک بھی۔

نوکر بیمار ہوتا تو کہتے کہ اسکا کھانا مجھے دو۔ میں سرونٹ کواٹر میں دے آتا ہوں۔ غریبوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہاں امریکہ میں بھی جماعت کے مستحق لوگوں کو تحفے اور عیدی کے بہانے رقمیں دیتے رہتے تھے۔ دو چیک تو ایسی خواتین نے اُنکی وفات کے بعد بینک سے کیش کروائے ہیں، اگست میں۔ میرے بتانے پر کہ ہیومینیٹی فرسٹ پاکستان کے سیلاب زدگان کی مدد کر رہی ہے، کہا کہ اُسے سو ڈالر کا چیک بھیج دو۔ وفات سے دو ہفتے قبل اپنی کسی خواب کے بنا پر کہا کہ ایک بیوہ عورت جس کے تین بچّے ہیں اُسے دو سو ڈالر بھیج دو۔ رمضان المبارک کے شروع میں ہی معمول کے مطابق عیدیاں بھجوائیں۔ اپنے خاندان کے جو لوگ مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ اُنکی بھی بہت خاموشی سے مالی مدد مستقل بنیادوں پر کیا کرتے تھے۔

تعلیم:۔

ابّا جان نے ابتدائی تعلیم سنور سے اور پھر میٹرک قادیان سے کیا۔ ادیب عالم اور ادیب فاضل کے امتحان شادی کے بعد دیئے۔ کیونکہ اُنیس سال کی عمر میں ابّا جان کی شادی ہوگئی تھی۔

فارسی لکھنا پڑھنا بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے فارسی شعر یاد تھے۔ جنہیں دعائیہ انداز میں پڑھتے رہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے 35-30 سال ایرانیوں کے ساتھ تجارت کی تھی۔ لہٰذا گفت وشنید بھی اچھی طرح کرتے تھے۔ انگلش تو آجکل کے بی۔اے، ایم۔اے کے برابر کی جانتے تھے۔

ذہانت:۔

ابّا جان کی پیدائش سے قبل حضرت مولوی عبداللہ سنوریؓ صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ قدرت اللہ کو ایک عالی دماغ لڑکا دیا جائیگا۔

اس بشارت اور پیشگوئی کے مطابق ابّا جان کی یاداشت اب تک بہت شاندار تھی۔ حافظہ غضب کا تھا۔ اپنے آٹھ بچوں کے فون نمبر جماعت کے صدر صاحب، سیکرٹری مال کئی اور عہدہ داروں، حضور کے پرائیوٹ سیکرٹری اور بہت سارے عزیز رشتے داروں اور دوستوں کے فون نمبرز زبانی یاد تھے۔

ابتدائی دینی تعلیم اپنے والدین سے پھر قادیان میں اپنی پھوپھی اختر النساء صاحبہ اور پھوپھا منشی نور محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ، خلفاء حضرت مسیح موعودؑ کے خطابات اور خطبوں، علماء کے خطابات، کتابوں اور الفضلوں کا مطالعہ کر کے حاصل کی۔ کراچی میں کچھ عرصہ ایک مربّی صاحب سے قرآن کریم کا ترجمہ بھی پڑھا، الفضل اخبار، اور جماعت کا ہر رسالہ بھی بڑے ذوق وشوق سے باقاعدگی سے منگواتے تھے۔

یہاں امریکہ میں الفضل انٹرنیشنل Riview of Religion ی لگوایا ہوا تھا۔ کیونکہ قرآن مجید پر ہر روز بلکہ دن میں کئی مرتبہ پڑھتے تھے، اس لئے بہت سی سورتیں اور آیات زبانی یاد تھیں، جن کا حوالہ اپنی گفتگو میں دیا کرتے تھے۔ اور حافظہ اچھا ہونے کی وجہ سے اُنہیں وہ آیات ہر وقت یاد آجاتی تھی۔ CCU میں بھی اُنہوں نے میرے بہن بھائیوں کو کُفر کے بارے میں آیت بتائی نہ صرف بتائی بلکہ پڑھ کر سنائی۔ بہت ساری سورتیں اور

قرآن شریف کا کافی سارا حصّہ زبانی یاد تھا۔ جسے نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

دو سال قبل جامعہ احمدیہ ربوہ کے 100 طلباء کو قرآن مجید تحفے کے طور پر بھجوائے۔ میرے بہنوئی قمر احمد صاحب آف کراچی جب بھی اپنے غیر احمدی دوستوں کو ربوہ دکھانے کے لئے لے کر جاتے تھے تو وہ زیرِ تبلیغ بھی ہوتے تھے تو ابا جان بھائی جان صفی الرحمان صاحب آف ربوہ کو پہلے سے فون پر کہہ دیتے تھے کہ ان سب کو میرے طرف سے قرآن پاک تحفے میں دے دینا۔ اور میرے حساب میں سے ان کی دعوت بھی ضرور کرنا۔

مربی صاحبان اور جماعت کے بڑے عہدداروں کو گھر پر بھی ضرور بلواتے تھے اور اُنکی دعوت کا اہتمام کرواتے تھے اور تحفے تحائف سے اُنکی عزت افزائی کرتے تھے۔

کراچی میں بھی جب گیسٹ ہاؤس نہیں تھا۔ یعنی 70-60 کی دہائی میں تو اکثر مربیان بیرونِ ملک جانے سے پہلے یا کراچی آمد پر ہمارے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ جن کے لئے گیسٹ روم ہمیشہ تیار رہوتا تھا۔ مولانا جلال الدین شمس صاحب، مولانا چوہدری محمد صدیق صاحب اور شیخ مبارک احمد صاحب بمع فیملی کا آنا مجھے یاد ہے۔

بعض دفعہ غیر ملکی مہمان بھی ہمارے گھر ٹھہر کرتے تھے۔ ان میں سے ماریشس سے آنے والی سوکیہ فیملی کی خواتین مجھے یاد ہیں۔ 60 کی دہائی میں جب ہم پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی میں رہتے تھے تو سارا رمضان مولانا عبدالمالک خان صاحب کو کار بھیج کر بلواتے تھے اور اپنے گھر قرآن شریف کے ایک سپارے کا درس دلواتے تھے۔ اُن کے کراچی سے تشریف لے جانے کے بعد عطاء الرحمان طاہر صاحب ابن مولانا ابوالعطا جالندھری صاحب اور ابا جان خود بھی دس سپاروں کا درس دیتے رہے۔

ابا جان اکثر مرکز سے قرآن کریم منگوا کر تقسیم کرتے رہتے تھے۔ اسکی ایک مثال یہ ہے کہ نومبر 2009ء میں ابا جان نے 17 (سترہ) قرآن شریف تقسیم کرنے کے لئے دیئے اور جولائی ۲۰۰۹ء میں ۱۰ قرآن شریف تہمینہ نامی خاتون کو بھجوائے تا کہ سیمینار میں تقسیم کر دے۔

جماعت کی خدمت:۔

جماعت کا کام کرنے کے لئے ہر وقت، ہر لمحہ تن من دھن سے تیار رہتے۔ اجلاس اور جلسوں میں بہت ذوق وشوق سے حصّہ لیتے تھے۔ 85 سال کی عمر تک جماعت کی میٹنگ میں یا تلاوت کرتے تھے یا تقریر کرتے تھے۔ لکھنے کی عمدہ صلاحیت تھی۔ اعلیٰ پائے کے مضامین لکھتے تھے۔ امی کو، بیٹوں کو، پوتیوں کو بھی مختلف اسلامی عنوانات پر تقریریں لکھ دیا کرتے تھے۔ مثلاً سیرۃ النبی ﷺ، معاشرے عورت کا مقام، رحمتہ اللعالمین، یومِ مسیح موعودؑ اور یومِ مصلح موعود اور خلافت ڈے کے لئے مضامین۔ جماعت کے اجلاس میں جانے کے لئے پندرہ، بیس منٹ پہلے سے تیار ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور دعائیں پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ 24 فروری 2008ء کو ابا جان نے سیرت حضرت مصلح موعودؓ پر تقریر کی تھی (مسجد بیت الباقی، اٹلانٹا۔ جیورجیا میں) ابا جان نے جماعت کی خدمت خود بھی کی بچپن سے۔ اور ہماری امی کی بھی ہر طرح کی مدد کی تا کہ وہ جماعت کے کام احسن رنگ میں سرانجام دے سکیں۔ اُنہیں خانساماں رکھ کر دیا تا کہ باورچی خانے کے کام میں آسانی رہے۔ کراچی۔ بارہ۔ پندرہ سال ہر پیر کو امی کو لجنہ کے دفتر میں کام کرنے کے لئے احمدیہ ہال چھوڑتے تھے۔ پھر ڈرائیور جو پیر کو اُنکو واپس لاتا تھا۔ پی ای سی ایچ سوسائٹی میں جماعت کا سینٹر نہ ہونے کی وجہ سے اپنا گھر جماعت کو پیش کیا ہوا تھا۔ لہٰذا ہر تنظیم کے اجلاس ہمارے گھر ہوتے تھے۔ یعنی لجنہ، خدام، ناصرات اور اطفال کے فجر اور مغرب کی نماز تو تقریباً ستائیس سال ہمارے گھر ہوتی رہی۔

اُنکی یہ بھی تمنااور شوق تھا کہ میری ساری اولاد دین کا کام کرے۔ ایک دفعہ ایران سے آنے کے بعد غالباً 1980 میں۔ میں نے یہ پروگرام بنایا کہ میں مونٹسوری سکول (نرسری سکول) میں پڑھانے کی تربیت کے لئے ایک سال کا کورس کروں، ابّا جان کو پتہ چلا تو مجھے کمرے میں بلایا یا غالباً میں نے خود جاتے ہوئے بتایا۔ کہنے لگے ٹریننگ کے بعد تم نوکری کرو گی؟ یہ مجھے پسند نہیں۔ اگر تمہارے پاس وقت ہے تو لجنہ کا کام کرو۔ احمدیہ ہال لجنہ کے دفتر جایا کرو۔ لہذا میں نے اُنکے حکم کے مطابق دوبارہ لجنہ کا کام شروع کر دیا۔ جواب تک جاری ہے۔ یعنی اللہ کے فضل سے اسکی توفیق پا رہی ہوں۔ خود بھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ اور ہمیں بھی کہا کرتے تھے کہ پڑھا کرو۔

''دے ہمیں توفیق، ہم خدمت کریں اسلام کی''۔

آپا صادقہ۔ حامدہ۔ نصیرہ۔ بھابھی بشریٰ۔ فرح۔ امانی اور مروہ نیز طیبہ کے بارے میں جماعت کا کام کرنے کا سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور دعائیں دیتے تھے۔ منیر بھائی، شجر بھائی، ندیم کرامت، خالد کرامت اور قمر بھائی کی خدمات کا تذکرہ بہت محبت اور دعاؤں کے ساتھ کرتے تھے۔

جماعت کی کتابیں لائبریریوں میں رکھواتے تھے۔ یہاں جیورجیا میں کئی کانگرس مینوں اور سینٹرز کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگلش ایڈیشن ڈاک کے ذریعے بھیجا۔ اسکی ایک مثال اپنی ڈائری میں نظر آئی کہ سات نومبر 2008 کو ابّا جان نے 12 کتابیں philosphy of the teachings of islam اور 12 jihad and world peace امریکہ کے مختلف شہروں میں اور ایک کینیڈا بھیجی۔ ان کے ایڈریس لوگوں نے بذریعہ E.mail بھجوائے تھے۔ یعنی لوگوں نے خود مانگیں تھیں۔

ابّا جان نے خود بھی حج کر کے آنے کے بعد حج کے حالات، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں تفصیلی معلومات اور حج کے احکامات کے بارے میں ایک کتاب تحریر کی تھی۔

پھر اپنے پیارے آقا سید و مولا جن پر آپ دل و جان سے قربان ہوئے جاتے تھے کی پاک سیرۃ پر ایک مقالہ لکھا تھا۔ یعنی انصاراللہ پاکستان کے زیرِ اہتمام ایک انعامی مقابلہ تھا۔ اس میں آپکا مقالہ اول قرار پایا۔ لہذا 2007 میں آپ نے اسے کتابی شکل میں طبع کروایا اور ساری کتابیں مفت تقسیم کیں۔ کینیڈا بھی بھیجیں اور لنڈن میں بھی تقسیم کروائیں۔

وقت کی پابندی:۔

اپنے کاروباری مذہبی اور گھریلو معاملات میں نظم و ضبط اور وقت کی پابندی بہت کرتے تھے۔ ہمیشہ پہلے پلاننگ کرتے تھے ہر کام کی۔ بچپن سے میں نے دیکھا کہ وہ اگلے دن کرنے والے کام رات کو لکھ کر رکھ لیتے تھے۔

نماز جمعہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ 84 سال کی عمر تک جمعہ کے لئے مسجد جاتے رہے۔ فلوریڈا میں ایک جگہ جب وہ بھائی سے دور رہ رہے تھے تو امی۔ ابّا دونوں دو ٹرینیں بدل کر جمعے کی نماز کے لئے جایا کرتے تھے۔ پھر جمعہ کی نماز اپنے گھر کروانی شروع کر دی تھی۔ چندے بہت باقاعدگی سے اور اول وقت میں دیا کرتے تھے۔ وصیت کا چندہ سال کا پیشگی ادا کرتے تھے۔ صرف اس سال جولائی میں چھ ماہ کا پیشگی ادا کیا اور دو ماہ بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ تحریک جدید کا 600 ڈالر چندہ دیتے تھے۔ اور اپنے 13 بزرگوں کی طرف سے بھی۔ یعنی پڑدادا حضرت مولوی محمد موسیٰ صاحبؓ کی طرف سے اور اپنے دادا، دادی، پھوپھا، پھوپھی، نانا، نانی، امی، ابا، ساس، سسر، اپنے پھوپھا کی پہلی بیوی، نانی الہ بی بی صاحبہ کی اور ہماری امی کی طرف سے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے کہ قدرت اللہ کی بیوی روپوں کی ایک ڈھیری پیش کرتی ہے۔ جس میں ایک لکڑی بھی ہے۔ اس الہام کو لفظی طور پر پورا کرنے کیلئے اباجان نے اپنی والدہ کو جو مولوی قدرت اللہ صاحب کی بیوی تھیں۔ 3 نومبر 1957ء کو دو ہزار روپے کے سکے ڈھیری کی صورت میں پیش کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے یہ نذرانہ پیش کیا۔ (حوالہ مخلص۔ الفرقان۔ ماہ دسمبر 1957ء صفحہ نمبر 27)

پھر 2005ء میں جب اس الہام کو سو سال پورے ہوئے تو پھر 500 پاؤنڈز کو سکوں کی شکل میں ایک ڈھیری کی صورت میں اپنے بارہ عزیز و اقارب کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔

اباجان کی اولاد میں سے اس وقت آپا صادقہ کرامت صاحبہ، بھائی جان حمید انور۔ حامدہ فاروقی۔ بشریٰ حمید انور۔ فرح مجید سنوری۔ خولہ کرامت۔ امانی عودہ۔ مروہ وغیرہ ساتھ تھے۔

ہم جب تک چھوٹے تھے۔ ہر چھٹی کے دن ہمیں خود قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ جب اباجان کراچی آئے تو 33 سال کے تھے اور انکے آٹھ بچے تھے۔ ایران کے ساتھ بزنس کرتے تھے۔ بزنس مین کا دماغ تو اپنا بزنس ہونے کی وجہ سے کبھی بھی فارغ نہیں ہوتا۔ مگر اباجان جماعتی کاموں کے علاوہ بچوں کی تربیت کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ اکثر مغرب کی۔ مگر عشاء کی نماز تو ضرور باجماعت پڑھاتے تھے۔ اور چوتھی رکعت کے قیام میں یعنی رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ہمیشہ 10-8 دعائیں ضرور پڑھا کرتے تھے۔ ان سے سن سن کر ہمیں وہ دعائیں زبانی یاد ہوئیں۔ اور آج تک کام آرہی ہیں۔ انہوں نے نماز اور قرآن شریف کو باقاعدگی سے پڑھنے کا احساس اس طرح دلوں میں بٹھایا کہ اب نماز کا وقت قریب آنے پر ہم بہن بھائی بے چین ہو جاتے ہیں۔

اباجان ہمیں سیر کیلئے چھٹی کے دن سمندر کے کنارے کلفٹن بھی لے جایا کرتے تھے۔ کسی رشتے دار کی کراچی آمد پر ہاکس بے بھی جاتے تھے۔ مگر وہاں بھی خواتین کے پردے اور باجماعت نماز کا ضرور خیال رکھتے تھے۔

بعد میں شام کی چائے یا رات کا کھانا لے کر ٹھٹھہ کی طرف بھی جایا کرتے تھے۔ چوکھنڈی ٹومبز بھنبھور۔ موہن جو داڑو۔ ہالیجی لیک۔ بھی ہمیں لے کر گئے۔ جب ہم لاہور رہتے تھے۔ تو گرمیوں کے موسم میں اباجان کو مری جو ایک ہل سٹیشن ہے اور چیڑ، نیز دیودار کے درختوں اور قدرتی چشموں کی وجہ سے ایک پر فضا مقام ہے وہاں سیزن کیلئے بنگلہ کرائے پر لے لیا کرتے تھے۔ پھر امی کو اور ہم سب بچوں کو گرمیوں کی چھٹیوں کے لئے وہاں چھوڑ دیتے تھے۔ خود ہر ہفتے آتے جاتے رہتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی اباجان رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی یاد رکھتے تھے۔ لہٰذا کبھی ماموں۔ ممانی اور انکے بچے ساتھ ہوتے اور کبھی ہماری ربوہ والی پھوپھی جان حمیدہ صاحبہ اور کبھی پنڈی سے گزرتے ہوئے امی کی کزن خالہ اقبال بیگم صاحبہ کو ساتھ لے آتے تھے۔

کراچی اپنے دفتر میں اپنے رشتہ داروں کو بھی ملازم رکھتے تھے۔

توکل علی اللہ:

اباجان توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جمعہ کے دن بھی نماز سے کافی پہلے اپنا دفتر بند کر کے مسجد روانہ ہو جاتے تھے۔ اور بہت سالوں تک احمدیہ ہال کراچی میں جمعہ کی پہلی اذان دیا کرتے تھے۔

ہر سال جلسہ سالانہ کے لئے جایا کرتے تھے۔ جماعت کی شوریٰ کے لئے بھی ربوہ جایا کرتے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ تین دفعہ قادیان بھی گئے۔ خلفاء کی وفات۔ افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی وفات، اپنے خاندان کے بعض افراد کی وفات کے لئے بھی ربوہ جاتے رہے اور کبھی بزنس خراب ہونے

یا کم ہونے کا خیال دل میں نہیں لائے۔

1993ء میں جب میں سعودی عرب سے واپس آ گئی۔ڈاکٹر انوار صاحب کی وفات کے بعد تو گھر کے گیسٹ روم میں ، میں نے اپنا ایک ٹی وی مع وی سی آر، ایک بہت قیمتی ریڈیو اور ایک کیسٹ پلیئر رکھ دیا۔ان دنوں ہم اُس بنگلے سے دوسرے مکان میں منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔تو ایک رات گھر میں چوری ہو گئی۔چور اُس گیسٹ روم میں سے ساری قیمتی اشیاء اُٹھا کر لے گئے۔

چند دن بعد ابا جان نے مجھ سے پوچھا کہ اندازاً کتنے کی چیزیں ہونگی۔میں نے کہا پچاس ہزار کی۔ابا جان ان دنوں میں گھر فروخت کر رہے تھے۔لہٰذا جب گھر فروخت ہو گیا تو ابا جان نے پچاس ہزار کا چیک پی ای سی۔ایچ ایس کے سنٹر کے لئے دے دیا۔یہ بتا کر کہ ایک دفعہ سنور (انڈیا) میں ہمارے گھر میں چوری ہو گئی تھی۔چور سوائے بھینس کے گھر کی تمام اشیاء لے گئے تو ہمارے ابا جان حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب نے وہ بھینس بھی فروخت کر کے رقم چندہ میں دے دی تھی۔تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام چیزوں کا بہترین نعم البدل دے۔

ابا جان کہتے تھے کہ جب ایک چیز کا ایک کام کا فیصلہ کر لیا۔تو اُسے کر گزرو۔اور اللہ پر توکل کرو۔وہ خود بہتر نتیجہ نکالے گا۔چاہے امتحان ہو۔بچے کی شادی کا معاملہ ہو۔مکان خریدنا ہو یا کاروبار ہو تو سو فیصد اللہ پر توکل کرتے تھے۔

ابا جان بہترین داعی الی اللہ تھے۔ہر وقت تبلیغ کے لئے تیار رہتے تھے۔گھر میں جو بھی آتا۔جیسے کوئی ٹیلی فون والا۔بجلی والا۔ٹیکنیشن۔پلمبر۔اُسے مسیح کی آمد کی خبر ضرور سنا دیتے۔ٹیکسی میں بیٹھتے،تو ڈرائیور کو تبلیغ کرتے۔ہاسپٹل جاتے تو نرس،ڈاکٹر،ٹیکنیشن کو فلائر دیتے اور بات کرنا شروع کرتے اور تبلیغ کرتے۔CCU میں بھی اپنے ایک میل نرس کو تبلیغ کرنی شروع کر دی تھی۔

جوانی میں وقف عارضی کیلئے جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ نبی سر روڈ دو ہفتے کیلئے وقف عارضی کیا۔وہاں جماعت نے ہمیں رہنے کیلئے ایک کچا سکول دیا۔جہاں گرمی کے علاوہ دوپہر کو مکھیاں بہت تنگ کرتی تھیں اور سونے نہیں دیتی تھیں۔آپا صادقہ کی شادی ہو چکی تھی۔بھائی جان حمید انور لندن چلے گئے تھے۔منیر احمد اور کریم احمد کو دادا جان کوئٹہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔لہٰذا میں اور ایک بھائی ساتھ تھے۔امی خود کھانا پکاتی تھیں۔وہ بشیر آباد اسٹیٹ تھی۔جہاں ابا جان بھجوائے گئے تھے۔وہاں سبزی میں صرف ٹینڈے ملتے تھے۔آموں کے باغ تھے۔جن کے درخت آموں سے لدے ہوئے تھے۔آموں کی ٹہنیاں بوجھ سے زمین کے بہت قریب پہنچ جاتی تھیں۔لہٰذا ہم ہر دوسرے روز ٹینڈے (کدو کی ایک قسم) کھاتے تھے۔وہاں ابا جان نے صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارا۔اور جماعت سے کسی بہتر رہائش کا مطالبہ نہیں کیا۔

دوسری دفعہ ابا جان نے مع فیملی کے 1967ء میں وقف عارضی کیا۔اور مانسہرہ گئے 2 ہفتے کیلئے۔مجھے وہاں چشمے کے ٹھنڈے پانی سے نہانے کی وجہ سے نمونیہ ہو گیا تھا۔ابا جان نے مجھے پنڈی سے بائی ایئر کراچی ڈاکٹر محمودہ نذیر صاحبہ کے پاس بھجوا دیا۔اور خود اپنا وقف پورا کر کے کراچی واپس آئے۔تب تک میں بھی ہاسپٹل سے صحت یاب ہو کر گھر واپس آ گئی۔

2003ء میں باتھ روم میں پھسل جانے کی وجہ سے ابا جان کی ایک کندھے کی ہڈی فریکچر ہو گئی تھی۔لہٰذا کئی دن تک ابا جان کو بار بار ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا۔تو ابا جان اپنے ڈاکٹر کیلئے کتاب Welcome to Ahmadiyyat لے گئے۔ڈاکٹر پاکستانی مسلمان تھا۔وہ ہنس کر کہنے لگا۔آپ یہاں علاج کرانے آتے ہیں یا تبلیغ کرنے۔

جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہومیوپیتھی کی کتاب کا انگلش ترجمہ بھی چھپ کر آ گیا۔تو ابا جان نے اپنی جارجیا (امریکہ) کی جماعت کے سب ڈاکٹروں سے کہا کہ وہ پانچ پانچ کتابیں ضرور خریدیں اور اپنے واقف ڈاکٹروں کو دیں تا کہ اس طرح بھی جماعت کا تعارف ان تک پہنچے۔

اپنے پانچوں ڈاکٹروں کو بھی ابا جان نے ہومیو پیتھک کی کتاب دی اور ہمسایوں کو بھی دی۔

جب آنحضرتؐ کی سیرت پر کریم اللہ زیروی صاحب کی کتاب چھپ کر آئی۔ تب بھی ابا جان نے جماعت ممبرز کو فون کئے۔ کہ وہ دس دس کتابیں خریدیں۔ اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کو دیں۔ ابا جان خود بھی تھوڑے تھوڑے عرصے بعد دس کتابیں منگواتے تھے۔ احمدیوں اور غیر احمدی احباب کو دیتے تھے۔ ایک غیر احمدی خاتون کو بذریعہ ڈاک بھی کتاب پاکستان بھجوائی۔ لنڈن بھی کتابیں بھجوائیں۔

مہمان نوازی:۔

ابا جان بہت مہمان نواز تھے۔ مہمان کی آمد پر بہت خوش ہوتے تھے۔ ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ چائے، شربت کے علاوہ مہمان یا رشتے دار ضرور کھانا بھی کھا کر جائے۔ رشتہ داروں، بہن بھائیوں کو بہت محبت پیار کے ساتھ گھر میں ٹھہراتے تھے۔ انکے بھائی بہن ہفتوں اور کبھی مہینوں بھی ٹھہرتے تھے۔ ہمیشہ انکی خاطر مدارت اور دلداری کرتے تھے۔ ربوہ سے جب بھی بڑے عہدے دار۔ مربی صاحبان یا حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے افراد کراچی تشریف لاتے۔ تو ابا جان ہمیشہ انکی دعوت کرتے۔ حضور اقدس کے خاندان کے افراد 60 اور 70 کی دہائی میں گرمیاں گزارنے آیا کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیگم حضرت مہر آپا صاحبہ۔ حضرت چھوٹی آپا جان اُمِ متین صاحبہ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادیاں، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صاحبزادیاں اور بعض بہوئیں جب کراچی تشریف لائیں تو امی، ابا جان انکی خدمت میں دعوت کی درخواست کرتے اور وہ ہمارے گھر تشریف لاتیں۔ اور ہمیں خدمت کا موقعہ دیتیں۔

قصہ مختصر:

ابا جان کا دل کشادہ اور دسترخوان وسیع تھا۔ اکرام ضیف ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ طبعیت کے سادہ اور مسکین۔ جماعتی امور کے لئے اپنی جیب سے بادشاہوں کی طرح خرچ کرتے اور کہتے کہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ کے مجھ پر اور میری اولاد پر بے پناہ فضل و احسان اور انعام و اکرام ہیں:

اکثر حضرت مسیح موعودؑ کی یہ نظم

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا　　　کس طرح شکر کروں اے میرے سلطاں تیرا

سنا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ابا جان قائدانہ صلاحیتیں دی ہوئی تھیں۔ بڑے وسیع القلب، حوصلے والے، ہمدرد اور خدمت خلق کرنے والے وجود تھے۔ کراچی کے کسی طالب علم کے بارے میں پتہ چلتا کہ اُسے کمپیوٹر کی ضرورت ہے۔ تو فوراً یہاں امریکہ سے اُسے رقم بھجواتے۔ سلسلہ کے لٹریچر کا وسیع اور عمیق مطالعہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے حافظہ کی دولت سے بے پناہ نوازا تھا۔ تحریر بہت خوبصورت اور جامع تھی۔ خطوط میں اپنے سفروں کا آنکھوں دیکھا حال تحریر کرتے تو مناظر کی یوں تصویر کھینچ دیتے کہ پڑھنے والے کو لگتا کہ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

الغرض آپ بہت ملنسار، غرباء کا خیال کرنے والے۔ اپنے پرائے کا درد رکھنے والے اور ہر دل عزیز انسان تھے۔ ہر شخص کو سلام کرنا، عزت و احترام سے پیش آنا ان کا وطیرہ تھا۔ سب رشتہ داروں، عزیزوں، دوستوں کو فون کر کے انکی خیریت دریافت کرتے رہتے، چاہے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا۔

امی کے عزیزوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ اور انکے بھانجے، بھانجیوں، بھتیجے، بھتیجیوں کو بھی گاہے بگاہے فون کر کے اُنکی خیریت دریافت کرتے تھے۔ بلکہ اب امی کی وفات کے بعد بھی انکی رشتہ دار لڑکیوں کو عیدیاں بھجواتے تھے۔

خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہتے تھے اور فوراً بڑھ چڑھ کر اُس میں حصہ لیتے اور جماعت کے دوسرے افراد کو بھی اُس میں حصہ لینے کی تلقین

کرتے۔ اگر کوئی رشتہ دار لڑکا یا لڑکی کئی دن فون نہ کرتا تو خود کرتے اور اُسے غالب کا یہ شعر سناتے۔

کوئی بھی پریشانی ہوتی تو خدا تعالیٰ کے حضور ہی رو رو کر اپنی درخواست پیش کرتے۔

ابا جان خود بھی پہلے ہر ہفتے اور اب پندرہ دن کے بعد دعا کیلئے حضور کو خط لکھتے۔ جماعت کے افراد اور بچوں کو بھی تحریک کرتے کہ وہ اپنے امتحانات اور ہر تکلیف اور پریشانی کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ضرور خط لکھیں۔ بعض لوگوں کی طرف سے خود بھی خط لکھ کر فیکس کرتے۔

ابا جان ہمارے خاندان اور جو رجیا جماعت کیلئے دعاؤں کا ایک خزانہ تھے۔

غرض ابا جان کی خوبیاں کہاں تک بیان کروں کہ ؎ سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

ابا جان ہر کام اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے۔ کراچی قیام کے دوران میری شادی سے پہلے جب کسی فیملی کو شادی یا بچے کی پیدائش کے موقعہ پر تحفہ دینے کا ارادہ کرتے تو بتاتے کہ یہ دے دو۔ مثلاً سونے کی انگوٹھی یا ساڑھی، قیمتی جوڑا شادی کیلئے اور بچے کی پیدائش پر قیمتی تحفہ۔ میں اپنی نادانی کے باعث کہتی کہ انہوں نے تو ہمیں کم مالیت کا تحفہ دیا تھا۔ تو کہتے ہم نے اللہ کے واسطے دینا ہے۔ کسی کا بدلہ نہیں اُتارنا۔ میں ہنس کر کہتی۔ میں اُنہیں بتادونگی کہ ابا جان نے آپکو یہ چیز اللہ واسطے دی ہے۔

ابا جان بہت اچھے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر اور دوست تھے۔ ملازمین کے ساتھ بہت ملاطفت اور صلہ رحمی کا سلوک کرتے تھے۔ بیٹیوں کے ساتھ خصوصاً زیادہ شفقت روا رکھتے تھے۔ میں بھی اپنی ہر فرمائش ابا جان سے کرتی تھی۔ کیونکہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ امی سے کہا تو شاید جواب مل جائے۔ یعنی انکار ہو جائے۔ ہر بیٹی کی پیدائش پر خوش ہوتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آئی ہے۔ چھٹی بیٹی کی پیدائش پر لڈوؤں کا ٹوکرا لائے تو گھر کی کسی عورت نے کہا کہ بیٹی کی پیدائش پر اتنے لڈو۔ ابا جان نے کہا کہ جو آئی ہے وہ اپنی قسمت کا کھائے گی۔ ہمیں کیا فکر۔

عورتوں کے حقوق کے بہت حامی تھے۔ جماعت میں اور خاندان جب کسی لڑکی پر اسکے شوہر کی زیادتی کا سنتے تو دکھی ہوتے۔ کہ بے چاری عورت اتنا کام کرتی ہے۔ بچے پیدا کرتی ہے۔ بچے پالتی ہے۔ سارا دن گھر کا کام کرتی ہے۔ مرد کی خدمت کرتی ہے۔ یہ شوہر اُن پر ایسی زیادتی کیوں کرتے ہیں؟

ای میل کا رواج ہونے سے پہلے عزیزوں۔ رشتے داروں کو نہایت باقاعدگی سے خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔ تو تب بھی ہمیشہ تقریباً ہر ہفتے مجھے خط لکھتے تھے۔ مگر ہمیشہ پہلے میرے شوہر ڈاکٹر انوار احمد صاحب مرحوم کو مخاطب کرتے تھے اور پھر مجھے۔ جب میں سعودی عرب گئی تو تب تو اتنی باقاعدگی سے خط بھیجتے تھے کہ ہر پیر کی دوپہر کو میں اپنی سیڑھیاں اُتر کر نیچے دروازے کے پاس جاتی تھی اور میری توقع کے عین مطابق ابا جان کا خط موجود ہوتا تھا۔

ابا جان ہر کام کی پلاننگ وقت سے پہلے کرنے کے عادی تھے۔ لہٰذا اپنا کفن بھی آٹھ سال پہلے امی سے بنوا کر رکھ لیا تھا۔ دوسرے شہر جاتے وقت وصیت کی فائل اور اپنا کفن ساتھ لے کر جاتے تھے۔ 23 ستمبر کو وفات ہوئی تھی مگر 3 اگست کو تمام بچوں اور عزیزوں کے نام خط لکھا کہ مجھے میری وفات کے بعد Mary Land لے جا کر موصیان کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

وفات سے 2 ہفتے قبل مجھے کہا کہ میری چیک بک دو تا کہ میں کفن دفن کیلئے چیک لکھ دوں۔ اُنکے اپنے رب سے معاملات اتنے صاف تھے کہ اُنہیں وفات کے ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ یوں جا رہے تھے جیسے کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنوایا ہے اور اب وہاں Move ہو رہے ہیں۔

31 اگست کو جب ڈاکٹروں نے انکی شفایابی سے مایوسی کا اظہار کر دیا اور ہم اُنہیں CCU سے عام کمرے میں لے آئے۔ تو انگریزی بہت اچھی طرح سے سمجھنے کی وجہ سے ڈاکٹروں کی گفتگو سے سمجھ گئے تھے کہ اب انکا آخری وقت قریب ہے۔

اُس وقت وہ اپنے ایک ایک بچے سے گلے ملے۔ سب کو نصیحتیں کیں، کہ اللہ اور رسول ﷺ کا دامن تھامے رکھنا۔ تقویٰ پر قائم رہنا۔ جماعت اور خلیفہ وقت

سے ہمیشہ تعلق رکھنا۔ نمازیں پڑھتے رہنا۔ اپنے نزدیک والوں کو تبلیغ کرتے رہنا۔ ہر روز قرآن کی تلاوت کرنا۔ آپس میں مل جُل کر محبت سے رہنا۔ اسوقت بھی وہ
اتنے مطمئن اور پُرسکون تھے جیسے انسان ۔۔۔۔